ADVANCE SOCIAL SCIENCE ARCHIVE JOURNAL
Available Online: https://assajournal.com
Vol. 03 No. 02. Apr-Jun 2025.Page#.1747-1766
Print ISSN: 3006-2497 Online ISSN: 3006-2500
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

Introduction to Tafsir Mazhari and Research Review of its Methodology and Style

تفسیر مظہری کا تعارف اور اسکے منہج واسلوب کا تحقیقی جائزہ

Mr. Tanveer Hussain
Ph.D Scholar Department of Islamic Studies, Imperial College of Business Studies, Lahore.
tanveermujaddadi@gmail.com
Dr. Muhammad Nasir Mahmood
Assistant Professor, Imperial College of Business Studies, Lahore

Abstract

The Holy Quran was revealed in the Arabic language and the language of the Arabs was also Arabic. The Arabs were proud of their language, eloquence, and power of expression. The Holy Quran was revealed in their language and it adopted their style and manner of speech. When the people of the language heard it, they could not help but acknowledge its greatness because the Quran was undoubtedly revealed for the welfare and well-being of man and is a comprehensive law and guidance, a complete code of life. Among the scholarly and literary contributions of Qazi Sanaullah Panipati is his commentary, Tafsir-e-Mazahari. Qazi Sanaullah named his commentary after his teacher Mirza Mazhar Jan Janan. Qazi Sanaullah Panipati completed this commentary in 1208 AH. According to this period, this commentary of Qazi Sanaullah Panipati (1195 AH to 1208 AH) was completed in 14 years. Qazi Sanaullah's writing style was very laborious because while writing Tafsir-e-Mazhari, he made use of ancient commentaries, and ancient commentaries which are completely in Arabic. The language in which Tafsir Mazhari was written is Urdu, and many commentaries have been written in Urdu. Most of them are such that the words used in them are so difficult that the common man is sometimes unable to understand them. This has also been pointed out by Qazi Sanaullah Panipati. Qazi Sanaullah Panipati adopted a research style at every point in his commentary, and even if it is called a research commentary, it would not be wrong because of the colors of research that he has scattered in this commentary.

Keyword: *Exegesis, Science, Exegetical Exegesis, Qazi Sayallah Pani Pati, Exegesis Of Particulars, Exegesis Methods, Styles*

قرآن کریم عربی زبان میں نازل ہوا اور اہل عرب کی زبان بھی عربی تھی۔ اہل عرب کو اپنی زبان، فصاحت وبلاغت اور زور بیان پر ناز تھا۔ قرآن مجید انہی کی زبان میں اترا اور انہی کے اسلوب اور طرز ادا کو اس نے اختیار کیا۔ اہل زبان نے جب اس کو سنا تو اس کی عظمت کا اعتراف کیے بغیر وہ نہ رہ سکے کیونکہ قرآن بے شک انسان کی فلاح وبہبود کے لیے اتارا گیا اور ایک جامع قانون ہدایت اور مکمل ضابطہ حیات ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم محض

الفاظ سکھانے کے لیے نہیں نازل کیا تھا بلکہ اسے سمجھنے اور اس پر عمل کر کے فلاح کا راستہ پانے کے لیے نازل ہوا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید کی تفسیر و تعبیر کا حق اپنے محبوب حضرت محمد ﷺ کو دیا تھا آپ ﷺ کا ہر قول فعل اللہ کا پسندیدہ تھا۔ "تاریخ القرآن" میں مولانا حافظ محمد اسلم جیرا جپوری فرماتے ہیں۔

"سب سے پہلے مسلمانوں نے جس علم کی طرف توجہ کی وہ تفسیر قرآن ہے۔ عہد صحابہ اور اس وقت تک جب تک کے محض اہل عرب اسلام میں داخل ہوئے تھے۔ قرآن کو سمجھنے میں ان کو زیادہ دشواری پیش نہیں آئی تھی لیکن جب اہل عرب کے علاوہ دوسری قومیں مسلمان ہوتیں تو تفسیر آیات میں اختلاف بڑھنا شروع ہوئے اس غرض کے لیے بہت سے لوگوں نے ان احادیث اور آثار کی جستجو کی جن میں آیت قرآنی کی تفسیر خود نبی یا صحابہ نے فرمائی تھی اس سے علم تفسیر کی بنیاد پڑی۔[1]

چونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خالص عرب تھے اور عربی زبان کا بڑا پاکیزہ ذوق رکھتے تھے اس لئے جناب رسول اللہ ﷺ پر قرآن کریم کا حصہ نازل ہوتا وہ بخوبی اسے سمجھتے تھے۔ جب قرآن کے فہم وادراک میں کوئی دشواری پیش آتی تو وہ حضور ﷺ سے دریافت کرتے۔[2]

علم تفسیر کی تاریخ

علم تفسیر کی تاریخ عہد نبوی ﷺ سے وابستہ ہے۔ نبی کریم ﷺ پر قرآن نازل ہوا، اللہ نے آپ کو اپنے خاص علم و فضل سے بہرا ور کیا تھا اسی لیے آپ ﷺ کے دور میں کسی قسم کی علوم القرآن یا تفسیر کی کتاب تاب کی تصنیف کی ضرورت نہ تھی اور صحابہ کرام چونکہ امی تھے اور وہ لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے اس لئے بھی تصنیف ممکن نہ تھی اور دوسرا سبب یہ ہے کہ آپ ﷺ نے بھی قرآن کے سوا کچھ اور طرح کی چیز لکھنے سے روک رکھا تھا ۔جیسا کا ایک حدیث میں آتا ہے:

«لا تكتبوعني إلاَّ القرآن فمن كتب عني غير القرآن فليمحه وحدثوا عني ولاَ حرج، وَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ»[3]

"مجھ سے سن کر قرآن کے سوا کوئی بات مت لکھو جس نے قرآن کے سوا مجھ سے کوئی چیز لکھی ہو وہ اسے مٹا دے البتہ مجھ سے سن کر حدیثیں بیان کرو اس میں کوئی مضائقہ نہیں اور جس نے دانستہ مجھ پر جھوٹ باندھا وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنا لے"

یہ آپ ﷺ نے اس لیے فرمایا تھا کہ قرآن اور غیر قرآن آپس میں مل جل نہ جائیں۔[4] حضور اکرم ﷺ آیات قرآنی کو تشریح وتفصیل کے ساتھ سمجھاتے تھے اس لیے قرآن کے سب سے پہلے مفسر حضور اکرم ﷺ ہیں اور قرآن کی سب سے پہلی تفسیر احادیث رسول ﷺ ہیں۔ احادیث کا زیادہ تعلق قرآن سے ہے اس لیے حدیث کا ہر مجموعہ قرآن کی تفسیر ہے۔[5]

آپ ﷺ کے مکاتیب کا پہلا مجموعہ آپ کے مشہور صحابی حضرت عمرو بن حزم انصاری نے مرتب کیا تھا لیکن یہ آپ ﷺ کے صرف وہ مکاتیب تھے

---

[1] محمد اسلم، جیرا جپوری، حافظ، تاریخ القرآن، مطبع فیض عام، علی گڑھ، 1341ء، ص:114

[2] زرکشی، بدر الدین، محمد بن عبید اللہ، البرہان فی علوم القرآن، البابی الحلبی، عصر، 1975ء، ج:1: ص:14

[3] بزار، احمد بن عمرو، مسند البزار، مکتبہ العلوم والحکم، مدینہ منورہ، طبع اول، 2009ء، رقم الحدیث: 8763

[4] حلبی صالح، مباحث علوم القرآن، دار العلوم للملامین، بیروت، ص:129

[5] صارم، عبد الصمد، تاریخ التفسیر، ادارہ علمیہ، لاہور، 1966، ص:50

جو آپ ﷺ نے یہودی قبائل، جو کہ یمن کے تھے کو لکھتے تھے۔ اس کے بعد صحیفہ ھمام کی اشاعت سے ایک صدیوں سے کمی جو تھی وہ ختم ہو گئی لیکن ایک سوال وہ یہ کہ اسلام کے ابتدائی دور میں پہلی کون سی دینی کتاب تھی جو لکھی گئی۔؟[6] یہ ایک الگ بحث ہے۔ الغرض کے حضور ﷺ کے دور میں علوم القرآن کی کوئی خاص تصنیف نہ لکھی گئی تھی بلکہ جو کچھ بھی لکھا گیا تھا وہ حدیثوں کا مجموعہ تھا۔

تفسیر مظہری کے مصنف کا تعارف

قاضی ثناء اللہ پانی پتی کے اکثر سوانح نگاروں نے ان کی تاریخ پیدائش کے مسئلے کو درخور اعتنا نہیں سمجھا۔" معارف اعظم گڑھ کے مقالہ نگار محمد فاروق بہرائچی نے تاریخ پیدائش کے تعین میں عمدہ کاوش کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ:

"حضرت قاضی صاحب ایک مکتوب میں جس کو آپ نے حضرت مولانا نعیم اللہ بہرائچی کی اہلیہ محترمہ کو تحریر کیا ہے اس میں لکھتے ہیں کہ اس وقت میری عمر ۱۱ سال ہے۔ یہ مکتوب ۱۲۱۸ھ اور ۱۲۲۶ھ کے مابین لکھا گیا۔ کیونکہ ۱۲۱۸ھ تاریخ وصال از شاہ نعیم اللہ ہے اور ۱۲۲۶ھ آپکی تاریخ وفات ہے۔ اس حساب سے آپکی پیدائش ۱۱۲۰ھ اور ۱۱۴۷ھ کے درمیان ہوئی۔"[7]

یہاں یہ قابل امر ذکر ہے کہ اکثر سوانح نگاروں نے قاضی صاحب کا نام محض ثناء اللہ لکھا ہے۔ لیکن معمولات مظہریہ کے لیے قاضی صاحب نے جو تحریر دی اس میں تحریر ہے کہ:

"فقیر محمد ثناء اللہ در پانی پت بود"[8]

علاوہ ازیں ان کے تمام قلمی مکتوبات اور نسب ناموں میں اسی طرح ان کا نام لکھا گیا ہے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی کے معاصر اور صدر نشیں بزم علم شاہ عبد العزیز محدث دہلوی (م ۱۲۳۹ھ / ۱۸۲۳ء) نے ان کو بیہقی وقت کا اور تاجدار خانقاہ مجددیہ حضرت مظہر نے "علم الہدیٰ کا لقب عنایت فرمایا۔

"بعض اوقات قاضی صاحب کے استاد و مربی حضرت مظہر جان جاناں اور انکے بے تکلف رفقاء ان کو ثناء اللہ کی بجائے "سنا اللہ" (اللہ تعالیٰ کی چمک) بھی لکھتے ہیں۔"[9]

جس سے غالباً ان کے روحانی مرتبے اور مقام کی طرف اشارہ ملتا ہے۔ مگر قاضی صاحب کی عجز و انکساری ہے کہ آپ نے کبھی ایسے فاخرانہ القابات کا ذکر نہیں کیا ہے۔ آپ کی عجز و انکساری گویا کہ اللہ کی رضا کیلئے تواضع اختیار کرنا ہے اور پھر اللہ نے اتنا بلند رتبہ دیا کہ آج دنیا ان کے علمی کارنامے دیکھ کر دنگ رہ جاتی ہے اور یہ اللہ کا وہ وعدہ ہے جو اللہ نے بزبانِ مصطفیٰ ﷺ اپنے بندوں سے فرمایا ہے۔ محمدِ مصطفیٰ ﷺ فرماتے ہیں:

«عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ وَمَا تَوَاضَعَ أَحَدٌ لِلَّهِ إِلَّا رَفَعَهُ اللهُ.»[10]

"سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جو اللہ کے لئے تواضع اختیار کرتا اللہ اسے بلندی عطا فرماتے ہیں۔"

قاضی ثناء اللہ کو جو لقب ملے تھے آپ نے کبھی انکا ذکر نہیں کیا لیکن آج کچھ لوگ خود کو سید کہتے ہیں جبکہ وہ سید نہیں صرف دنیاوی عزت کی خاطر خود کو سید ظاہر کرتے ہیں اور اپنا نسب تبدیل کرتے ہیں۔

---

[6] رشید احمد، جالندھری، علم التفسیر اور مفسرین، المکتبہ علمیہ، لاہور، 1971ء، ص:13

[7] اردو دائرہ معارف اسلامیہ، (اعظم گڑھ) ج 23/447

[8] بہرائچی، مولوی سید محمد نعیم اللہ، معمولات مظہریہ، ص ۱۲۹

[9] غلام مصطفیٰ، ڈاکٹر، لواح خانقاہ مظہریہ، حیدر آباد، ص 37

[10] مسلم بن الحجاج القشیري، صحیح مسلم، 4/2001

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«عَنْ مُعَاوِيَةَ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ -»[11]

"حضرتِ ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کی سمجھ بوجھ عطا فرمادیتا ہے۔"

یہ بات روزِ روشن کی طرح ظاہر ہے اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی علمی خدمات کو دیکھ کر اہل علم اس بات کا ضرور اقرار کرتے ہیں کہ یقیناً ان لوگوں میں سے جن کو اللہ نے دین کو سمجھ بوجھ عطا فرمائی ہے۔ یہ اللہ رب العزت ہی کی عطا تھی کہ آپ نے عظیم علمی شاہکار امت کو عطا کئے اور یہ بھی اللہ رب العزت ہی کی عطاہی تھی کہ آپ کی زندگی میں ہی آپ پر پی ایچ ڈی کے مقالے اعلیٰ سطح پر لکھے جانے لگے اور دنیا کے کونے کونے میں آپ کی قرآن وحدیث میں خدمات کو اعلیٰ سطح پر تسلیم کیا جانے لگا۔ قاضی صاحب کے جدی نسب نامے کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

قاضی ثناء اللہ کی عادات واخلاقیات

قاضی صاحب ایک متدین اور ثقہ عالم دین تھے۔ وہ اس طبقہ علماء کے بہترین نمائندے تھے جو اقلیم علم کے ساتھ ساتھ دنیا سے عمل و عرفان میں بھی اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ ان کی راتیں یاد الہی سے معمور تھیں اور دن ذکر الہی سے اور علوم اسلامیہ کی ترویج و اشاعت اور لوگوں کو انصاف مہیا کر نیکی کوششوں میں صرف ہوتے تھے۔ بلاشبہ ان کی زندگی کو دیکھ کر قرون اولی کے مسلمانوں کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ ان کی شخصیت علم و عمل کا ایک بہترین نمونہ اور جلال و کمال کا حسین امتزاج تھی۔

قاضی صاحب نقشبندی مجددی بزرگوں کی طرح سنت کے شیدائی تھے۔ وہ زندگی کے ہر معاملے میں سنت پر عمل پیرا رہے اور دوسروں کو بھی اسکی تاکید کی۔ ان کے نزدیک تقویٰ ایک عالم دین کے بنیادی اوصاف میں سے ہے۔ اگر کسی عالم دین کا دامن تقوے کی صفت سے عاری ہو تو آپ کے نزدیک اسکا تمام علم بے فائدہ ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

"روز قیامت سوائے دین وتقویٰ کے کچھ کام نہ آئے گا۔ اور نام ونسب کو کوئی نہ پوچھے گا"[12]

ذوقِ عبادت

قاضی صاحب کی عبادت کے بارے میں شاہ غلام علی دہلوی فرماتے ہیں:

" اپنے اوقات کو اطاعت و عبادت سے معمور رکھتے ہیں، سو نماز رکعت وظیفے کے طور پر مقرر ہے۔ ایک منزل قرآن روزانہ کا معمول ہے۔[13] بکثرت روزے رکھنا بھی آپ کا معمول تھا۔

علوم ظاہری وباطنی

قدرت نے ان کو علوم ظاہری و باطنی بھی عطا کیے تھے۔ اور اخلاق حسنہ کی دولت سے بھی نوازا تھا۔ سید نعیم اللہ بہڑائچی لکھتے ہیں۔ فی الجملہ مجموعہ کمالات حضرت مولانا محمد ثناء اللہ پانی پتی ہیں۔ موصوف اخلاق حمیدہ، مکارم پسندیدہ، امانت، دیانت، صلاح و تقوی، خوش خلقی، پاک طینتی سے متصف اور مخلوق خدا کی ضروریات پوری کرنے میں منہمک رہتے ہیں۔[14]

---

[11] سلیمان بن أحمد بن أیوب الشامي، مسند الشامیین، مؤسسة الرسالة بیروت 1390ھ، 2/124

[12] دہلوی، شاہ غلام علی، مقامات مظہری، ص77

[13] پانی پتی، قاضی محمد ثناء اللہ بشارات مظہریہ، ص128

[14] ایضاً

مہمان نوازی

قاضی صاحب کے اوصاف حمیدہ میں مہمان نوازی کا وصف بھی قابل ذکر ہے۔ ان کے ہاں پانی پت میں اکثر مہمانوں کی آمدورفت جاری رہتی تھی۔ جن میں ان کے استاد مربی حضرت مظہر سے لے کر عام عقیدت مندوں اور طالبان علم تک سبھی قسم کے لوگ شامل ہوتے تھے۔ ان لوگوں کی خدمت کر کے وہ بے حد راحت محسوس کرتے تھے۔

فرض شناسی

فرض شناسی کا جذبہ قاضی صاحب کے نزدیک تقوے کا حصہ تھا۔ ان کی زندگی فرض شناسی کی بہترین مثال تقویٰ ہے۔ وہ نہایت پر خطر زمانے میں نصف صدی سے زیادہ عرصے تک منصب قضا پر فائز رہے۔ اس دوران اس علاقے کو بہت سے بحرانوں سے دوچار ہونا پڑا اور اسے ابدالی، مرھٹوں، روہیلوں، سکھوں اور بعض دوسری اقوام نے تخت و تاراج کا نشانہ بنایا ان کے حملوں نے پانی پتی اور ضلع کرنال کے کئی دیہات ویران کر دیے۔ مگر ان سب حالات کے باوجود قاضی صاحب اپنے اس علاقے میں رہے۔ اور کبھی اپنی فرض شناسی میں فرق نہ آنے دیا۔

عظیم مسلم راہنما

منصب قضا کے علاوہ مسلمانوں کے رہنما کی حیثیت سے بھی فرائض سرانجام دیتے رہے۔ ان کے حالات سے پتہ چلتا ہے کہ انہیں مسلم امہ کے تنزل و انحطاط کا راز تک معلوم تھا۔ ان کے نزدیک اس کا اصل سبب قرآن وحدیث سے مسلم امہ کی دوری تھا۔ اس لیے انہوں نے تفسیر قرآن، حدیث ،تصوف، فقہ، اصول فقہ اور کلام وغیرہ کے موضوعات پر تصانیف لکھ کر تاریخی کارنامہ سرانجام دیا۔ اس سے ان کے عظیم مسلم راہنما کی فرض شناسی اور ملی جذبے کا اندازہ ہوتا ہے۔[15]

قاضی ثناء اللہ کی تصنیفی خدمات

قاضی محمد ثناء اللہ صاحب نے پینتالیس کے قریب کتابیں تصنیف کی ہیں جن میں تفسیر مظہری جیسی مبسوط تصنیف سے لے کر متعدد چھوٹے چھوٹے علمی رسائل شامل ہیں۔ اس اعتبار سے ان کا شمار بسیار نویس مصنفین میں ہوتا ہے۔ جنہوں نے بیک وقت کئی علمی موضوعات پر قلم اٹھایا اور تحقیق کا حق ادا کیا۔ قاضی صاحب کی ہر کتاب نہایت علمی وتحقیقی مقام کی حامل ہے کوئی کتاب یا رسالہ بھی محض مصنف بننے کے شوق میں نہیں لکھا گیا۔[16]

قاضی صاحب خود ایک علمی خاندان کے رکن اور بہت خلاق ذہن کے مالک تھے۔ پھر اس معاشرے میں ہر نوع کی اخلاقی واعتقادی گمراہیاں موجود تھیں، جنہیں دیکھ کر قاضی صاحب جیسا حق گو اور صاحب قلم عالم خاموش نہیں رہ سکتا تھا پھر معاشرہ ان کی آواز پر گوش بر آواز بھی تھا اس بناء پر ان کو زندگی میں ایک خاص ادب واحترام کا مقام حاصل ہو گیا تھا۔ ان کے تمام معاصرین ان کی یکساں طریقے پر قدردانی کرتے تھے۔ شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے جو اس وقت دہلی کی علمی زندگی کے روح رواں تھے قاضی صاحب کو بیہقی وقت کا اور مرزا مظہر رحمۃ اللہ علیہ نے علم الہدیٰ کا لقب دیا تھا۔

- علم تفسیر میں آپ کی مایہ ناز تفسیر مظہری ہے

علم حدیث میں آپ نے تین کتب تصنیف فرمائی ہیں:

- حلیہ شریفہ (باترجمہ شمائل ترمذی)
- رسالہ چہل حدیث مع شرح وبیان
- حدیث مظہری

[15] پانی پتی، قاضی محمد ثناء اللہ، بشارات مظہریہ، ص128

[16] محمود عارف، ڈاکٹر، تذکرہ قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی، ص104

فقہ اور اصول فقہ پر آپ نے دس کتب تصنیف فرمائیں ہیں، جن میں مشہور درجہ ذیل ہیں۔

- مالابد منہ (مطبوعہ)
- فتاوی مظہری (مخطوطہ)
- رسالہ فقہ در مذاہب اربعہ (مخطوطہ)

جالی علم کلام وعقائد پر آپ کی چھ کتب ہیں۔ جن میں مشہور مندرجہ ذیل ہیں۔

- السیف المسلول (مطبوعہ)
- رسالہ در ردمتعہ (مطبوعہ)
- رسالہ سند النجات (قلمی)
- رسالہ در روافض (مخطوطہ)

علم تصوف پر بھی آپ کی نصف درجن سے زائدہ کتب ہیں جن میں مشہور مندرجہ ذیل ہیں۔

- ارشاد الطالبین (مطبوعہ)
- ازالۃ العنود فی مسائل السماع ووحدۃ الوجود (مطبوعہ)
- علم البحث والمناظرہ بر احقاق حق در رداعتراضات شیخ عبد الحق بر کلام مجدد الف ثانی (مخطوط)
- رسالہ دیگر در رداعترضات بر کلام امام ربانی (مخطوطہ)[17]

اس کے علاوہ سیر و تذکرہ و تلخیص وترجمہ اور دیگر موضوعات پر متعدد کتب تصنیف فرمائیں ہیں۔

تفسیر مظہری

قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی علمی و تصنیفی خدمات میں مایہ ناز تفسیر، تفسیرِ مظہری ہے۔ قاضی ثناء اللہ نے اپنی تفسیر کا نام اپنے استاذ مرزامظہر جان جاناں کے نام پر رکھا۔ تفسیر مظہری کے بارے میں قاضی صاحب خود فرماتے ہیں:

"فقیر اکثر وقت تفسیر اور حدیث کی خدمت میں گزارتا ہے اور حضرت مظہر کے نام پر تفسیر مظہری لکھ رہاہے۔" تفسیر قرآن حکیم لکھنے کے لیے علم حدیث وروایت علم حدیث کی بہت اہمیت ہے۔[18]

تفسیر مظہری کا اشاری اسلوب

تفسیر مظہری کے اشاری اسلوب کو سمجھنے کیلئے یہ جاننا ہو گا کہ اشاری اسلوب کیاہے۔؟ تفسیر کی ایک قسم تفسیر اشاری ہے جسے تفسیر صوفیانہ بھی کہاجاتا ہے۔ قرآن کی تفاسیر میں سے تفسیرِ اشاری ایک تفسیری جہت ہے ۔ قرآن مجید فرقانِ حمید کے معانی و مفاہیم کا جب مطالعہ کیا جائے تو بہت سے مقامات پر تفسیر وتوضیح کے وقت مشکلات درپیش ہوتی ہیں، ایک آیت کسی اور معنی کو بیان کرتی ہے اور دوسری آیت اس کے خلاف معنی کو بیان کرتی ہے۔ خاص طور سے جہاں تناقض کا وہم پیدا ہوتا ہے، اس مقام پر تفسیر اشاری مشکلات کو بہترین انداز میں حل کر دیتی ہے، وہ ایسا معنی بیان کرتی ہے جس سے تناقض وتعارض کا وہم زائل ہو جاتاہے، مثلاً قرآن کی آیت:

---

[17] لکھنوی، عبد الحئی، نزہۃ الخواطر، 7/212

[18] جہلمی، فقیر محمد، علامہ، حدائق الحنفیہ، مکتبہ ربیعہ، سلام پورہ بنوری ٹاؤن، کراچی، 2013ء۔ ص:482

وَ مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ‌ؕ-وَ مَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِۚ-ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ[19]

''اور کسی نبی پر یہ گمان نہیں ہو سکتا کہ وہ کچھ چھپا رکھے اور جو چھپا رکھے وہ قیامت کے دن اپنی چھپائی چیز لے کر آئے گا پھر ہر جان کو اُن کی کمائی بھرپور دی جائے گی اور اُن پر ظلم نہ ہو گا۔''

وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَغُلَّ۔ سے عصمت نبی کا ثبوت ملتا ہے کہ نبی سے کسی گناہ کا صدور ناممکن ہے مگر دوسری آیت لِيَغْفِرَلَكَ اللهُ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَاتَأَخَّرَ۔[20]

بظاہر (معاذ اللہ) نبی سے بھی گناہ کے صدور ہونے پر دلالت کرتی ہے اور اس میں اشارہ کا ثبوت ہے مگر اس مقام پر صاحب ''بحر مدید'' ایسی تفسیر بیان کرتے ہیں کہ اس سے نبی کریم ﷺ کی شان عصمت پر ذرہ برابر حرف نہیں آتا ہے۔[21]

قرآن کریم کا خطاب انتہائے زمان کے ساتھ ختم نہیں ہو جاتا، کیونکہ یہ اصلاً کلام ربانی ہے، یعنی صفت باری تعالیٰ ہے اور اللہ کی ہر صفت قائم ہے معطل نہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیشہ متکلم ہے، وہ زمان ومکان کی قید سے بالا تر ہے اور اُس کی ساری صفات ہمہ دم جاری وساری ہیں۔

إنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا) با ن كشفنا لک عن اسرار ذاتنا و انوار صفا تنا وجمال افعالنا فشاهدتنا بنا : (لِيَغْفِرَلَكَ اللهُ) ای ليغيبک عن وجودک فی شعور محبوبک ويستر عنک حسک ورسمک حتی تکون بنا فی کل شئی قديما و حديثا۔[22]

یعنی'' إنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے نبی! ہم نے آپ کے لیے اپنی ذات کے اسرار، صفات کے انوار اور افعال کا حسن منکشف کر دیا جس کی وجہ سے آپ نے ہمارا مشاہدہ کیا۔

(لِيَغْفِرَلَكَ اللهُ) کا مطلب یہ ہے کہ آپ کو خیال محبوب میں اس قدر استغراق حاصل ہو جائے کہ آپ اپنے وجود اور اپنے شعور وخیال سے غائب ہو جائیں، یہاں تک کہ ہر قدیم وجدید حالت میں ہماری ہی معیت آپ کو حاصل ہو۔''

ایسی اور بھی بہت سی منطقی توجیہات ہیں جو تفسیر اشاری کی اہمیت وضرورت کو بخوبی واضح کرتی ہیں، بلکہ احکام دین کی روح کو سمجھنا تفسیر اشاری کے بغیر ممکن نہیں اور بلاشبہ صوفی منہج پر ایسی تفسیر، تفسیر وہبی ہوا کرتی ہے جس کی طرف جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ کا یہ قول اشارہ کر رہا ہے جو انھوں نے علوم ضروریہ کے تحت ایک مفسر کے لیے بیان کیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

الخامس عشر : علم الموهبة : وهو علم يو رثه الله تعالى لمن عمل بما علم و إليه الإ شارة بحديث (من عمل بما علم ورثه الله علم مالم يعلم ۔[23]

''مفسر کے لیے پندرھواں علم، علم وہبی ہے۔ وہ ایسا علم ہے جو اللہ اُسے عطا کرتا ہے اور جس نے اپنے علم پر عمل کیا اس کی طرف یہ حدیث بھی اشارہ کر رہی ہے کہ ''جس نے اپنے علم پر عمل کیا تو اللہ اسے ایسا علم عطا کرے گا جو اُسے معلوم نہیں ہو گا ''۔

---

[19] آل عمران 161:3

[20] الفتح 2:48

[21] حسنی، ابن عجیبہ، البحر المدید في تفسیر القرآن المجید، الھیئة المصریة العامة للکتاب سنة الطبع: 1419ھ، 3/228

[22] حسنی، ابن عجیبہ، البحر المدید في تفسیر القرآن المجید، 5/583

[23] سیوطی، جلال الدین، الاتقان، دار إحیاء التراث العربي، بیروت الطبعة الثالثة 1423ھ، 4/188

دراصل یہ علم تقویٰ کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا اور اس کی طرف قرآن بھی اشارہ کر رہا ہے کہ (وَ اتَّقُوا اللّٰہَ وَ یُعَلِّمُکُمُ اللّٰہُ۔[24]) اللہ سے ڈرو، اللہ تجھے علم عطا فرمائے گا۔ اور تقویٰ کا فائدہ یہی ہے کہ قلب ہر طرح کے گناہ کی آلودگیوں سے پاک ہو۔ جس کا قلب ایسا نہیں تو وہ اسرارِ قرآن کا ادراک نہیں کر سکتا۔ امام زرکشی فرماتے ہیں:

> إعلم انہ لا یحصل للناظر فہم معانی الوحی ، ولایظہر لہ أسرارہ ،وفی قلبہ بدعۃ أو کبر أو ہوی أو حب الدنیا أو وہو مصر علی ذنب أو غیر متحقق بالایمان أوضعیف التحقیق،أو یعتمد علی قول مفسر لیس عندہ علم أو راجع إلی معقولہ وہذہ کلہا حجب و موانع بعضہا أکد من بعض۔[25]

اور ”معانی وحی کا فہم اسرارِ قرآن پر اطلاع، اس تلاوت کرنے والے کو حاصل نہیں ہوتا جس کے دل میں بدعت، کبر، ہوس اور حبِ دنیا ہو، یا وہ معصیت پر اصرار کرتا ہو یا حقیقی ایمان سے محروم ہو، یا ضعیف التحقیق ہو یا ایسے مفسر کے قول پر اعتماد کرتا ہو جس کے پاس کوئی علم و دلیل نہیں، یا منقول چھوڑ کر معقول کی طرف رجوع کرتا ہو، یہ سب حجابات و موانع ہیں جن میں بعض بعض سے مضبوط ہیں۔“

تفسیر اشاری کا تعارف اس اعتبار سے بھی مسلم ہے کہ قرآن کریم میں جو ماضی کے واقعات ہیں، جیسے انبیاءo کے قصے اور گزشتہ قوموں کے واقعات، اُن میں ایسے معانی واشارات پر باخبر ہونا جو ہر زمانے میں عبرت ونصیحت کے لیے کارآمد ہوں، انہیں تفسیر اشاری کے ذریعے آسانی سے حاصل کیا جاسکتا ہے، تاکہ خطاب قرآن ہر دور میں بامقصد قرار پائے۔ مثلاً ظاہری تفسیر میں یہ ہوتا ہے کہ کسی نبی کا واقعہ جو گزر چکا ہے اُسے محض اس اعتبار سے لیا جائے کہ زمانے کے ختم ہونے کے ساتھ واقعہ بھی ختم ہو گیا اور جو اس زمانے میں اس کی تلاوت ہو رہی ہے وہ محض عبرت ونصیحت کے لیے ہے۔ مگر تفسیر اشاری کا یہ کمال ہے کہ وہ اس واقعے کو ہر زمانے کے مخاطب کے لیے مفید و مستحکم بنادیتی ہے، مثلاً وہ موسیٰ اور فرعون کے واقعے میں موسیٰ سے کنایتاً قلب مراد لیتے ہیں اور فرعون سے نفس، اس طرح رمزیہ نکات بیان کر کے کسی واقعے کے کردار کو ہر مخاطب کے حق میں ہر زمانے میں منطبق کر دیا جاتا ہے۔

تفسیر مظہری کا منہج واسلوب

آج تک بہت سے آئمہ مفسرین نے قرآن کریم کی ضخیم، جامع اور مفصل تفسیریں لکھی ہیں لیکن کوئی ایک تفسیر بھی ایسی نہیں جس کے بارے میں کہا جائے کہ یہ تمام موضوعات قرآنی کا احاطہ کئے ہوئے ہے- حالات کے تغیرات سے تقاضے تبدیل ہوتے رہتے ہیں، جبکہ قرآن مجید کا پیغام ابدیت پر قائم ہے، جس سے تفسیر کا منہج بھی ایسے اسلوب کا مطالبہ کرتا ہے- ہر زمانے میں جہاں کئی زبانوں میں تفاسیر مرتب کی جارہی ہیں میں ایک معروف نام تفسیر مظہری ہے-

زیر نظر سطور میں ہم تفسیرِ مظہری کے تفسیری منہج کا عصرِ حاضر کے رجحانات اور علمی مباحث کی روشنی میں مختصر تحقیقی جائزہ لیں گے کہ تفسیرِ مظہری کا تفسیری منہج، خصوصیات اور عصری معنویت وانفرادیت کیا ہے؛ اور مذکورہ تفسیر بالخصوص دور جدید کے رجحانات میں کس حد تک قابلِ اطلاق اور مدد ومعاون ثابت ہو سکتی ہے یہ جاننے سے قبل اول میں لفظ منہج کیا ہے؟ اس کی وضاحت کروں گا تاکہ عام قاری کو منہج کا معانی مفہوم بھی معلوم ہو۔

منہج کے معانی پر کلام کرتے ہوئے علامہ ابنِ منظور الافریقی لکھتے ہیں:

---

[24] البقرۃ:2:272

[25] زرکشی، بدرالدین، البرھان فی علوم القرآن،، دار احیاء الکتب العربیۃ، عیسی البابی الحلبی 1403ھ-ص:435

"وطُرُقٌ نَهْجَةٌ، وسبيلٌ مَنْهَجٌ: كَنَهْجٍ. ومَنْهَجُ الطريقِ: وضَحُه. والمِنهاجُ: كالمَنْهَجِ. وَفِي التَّنْزِيلِ: لِكُلٍّ جَعَلْنا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهاجاً"

"راستے پر پہنچنا، جیسا کہ کہا جاتا ہے مَنْهَجٌ: كَنَهْجٍ راستہ اختیار کرنا، اور اسی سے بنا ہے والمِنهاجُ: كالمَنْهَجِ اور قرآن مجید میں بھی ہے، لِكُلٍّ جَعَلْنا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهاجاً۔"

مندرجہ بالا عبارت میں علامہ ابنِ منظور الافریقی لکھتے ہیں کہ منہج سے مراد مسلک یا راستہ ہے اور پھر قرآن کی مندرجہ بالا آیت کا حوالہ دیتے ہیں، مزید دوسری جگہ فرماتے ہیں۔ علامہ ابنِ منظور الافریقی لکھتے ہیں:

"والنَّهْجُ: الطريقُ المستقيمُ. ونَهجتُ الطريقَ: سَلَكتُه. فلانٍ أَي يَسلُكُ مَسلَكَه."[26]

"اور نہج سیدھے راستے کو کہتے ہیں، سیدھا راستہ اختیار کرنا، جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ فلاں نے مسلک اختیار کیا۔"

اس کے علاوہ منہج کئی معانی کیلیے استعمال ہوا ہے جیسا کہ مسلک، اصول وغیرہ۔

اصطلاحی طور پر منہج ایسے طریقے کار کو کہتے ہیں جس میں ایک لکھاری ایک مصنف اپنی تصنیف کے دوران اپنے ہی بنائے ہوئے قواعد کی پابندی کرتا ہے۔

محمد صدیق خان بخاری لکھتے ہیں:

"منهج الكتاب وترتيبه من حيث الموضوعات والأبواب."[27]

"منہج سے مراد موضوعات اور ابواب کی ایک خاص ترتیب کا نام ہے۔"

ڈاکٹر شگفتہ جبین صاحبہ لکھتی ہیں:

"منہج، مسلک، راستہ، طریقہ اور اصول کو کہتے ہیں اور اس کیلیے انگریزی میں لفظ Method استعمال کیا جاتا ہے اور اس سے مراد اصول و طریقہ کار جس کو کوئی مصنف اپنے علمی کام کے دوران استعمال کرتا یا ان کو ملحوظ رکھتا ہے، منہج کی دو اقسام ہیں خارجی منہج اور داخلی منہج۔"[28]

یہاں پر بھی منہج سے مراد ایک طریقہ کار ہی مراد ہے کہ کسی مضمون کو لکھتے ہوئے اسے ابوب میں تقسیم کرنا، اس کی ابواب بندی کرنا، اور ان ابواب کے تحت فصول قائم کرنا جیسا کہ آج کل جامعات میں تحقیقی کام میں یہ طریقہ کار اختیار کیا جاتا ہے، اسے منہج کہتے ہیں۔ جیسا کہ ڈاکٹر شگفتہ جبین صاحبہ لکھتی ہیں کہ منہج سے مراد کسی مصنف کا ایک مخصوص طریقہ کار ہے جس کے تحت وہ کام کرتا ہے اور سارے تحقیقی کام میں وہ اس طریقہ کار کو ہی اختیار کرتا ہے اور اس کے مطابق تحقیق کرتا ہے۔

تفسیر مظہری کا منہج

تفسیر مظہری قرآن مجید عصر حاضر میں ایک بے مثال تفسیر ہے جس نے اپنے وقت سے پہلے کی تمام تفاسیر کے خصائص کو اپنے اندر سمیٹ رکھا ہے اسکی اہمیت کا اندازہ اسی بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اسے آج بھی ایک مستند مصدر تسلیم کیا جاتا ہے۔ ڈاکٹر شگفتہ جبین صاحبہ لکھتی ہیں کسی بھی تحقیقی مسودہ کے منہج کے دو حصے ہوتے ہیں۔

---

[26] ابن منظور، لسان العرب 2/383

[27] محمد صدیق خان، اُصول اللغۃ، رسالۃ جامعیۃ جامعۃ تکریت 2011ء، ص56

[28] ڈاکٹر شگفتہ جبین، نعمۃ الباری کا منہج واسلوب، دارالسلام لاہور، ص58

”منہج، مسلک، راستہ، طریقہ اور اصول کو کہتے ہیں اور اس کیلیے انگریزی میں لفظ Method استعمال کیا جاتا ہے اور اس سے مراد اصول طریقہ کار جس کو کوئی مصنف اپنے علمی کام کے دوران استعمال کرتا یا ان کو ملحوظ رکھتا ہے، منہج کی دو اقسام ہیں خارجی منہج اور داخلی منہج۔“[29]

اس اعتبار سے تفسیر مظہری کے منہج کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے

1. تفسیر مظہری کا خارجی منہج
2. تفسیر مظہری کا داخلی منہج

تفسیر مظہری کا خارجی منہج

اس میں کوئی شک نہیں کہ تفسیر مظہری ایک ایسی تفسیر ہے کہ جس کے پاس یہ تفسیر ہو گی اسے قدیم زمانے میں لکھی جانے والی تمام تفاسیر سے بے نیاز کر دے گی اس بات کا اندازہ اس تفسیر کے خارجی منہج سے ہی لگایا جاسکتا ہے۔ڈاکٹر شگفتہ جبین صاحبہ خارجی منہج کے بارے میں لکھتی ہیں:

”جب بھی کسی کتاب کا خارجی منہج بیان کیا جاتا ہے تو اس میں اس کتاب کا مجموعی اثر، کتاب کی ساخت، ظاہری خصائص اور ظاہری خدوخال بیان کئے جاتے ہیں۔“[30]

ڈاکٹر شگفتہ جبین کے مطابق تفسیر مظہری کے خارجی منہج کو دیکھا جائے تو اس میں تفسیر مظہری کی مدتِ تکمیل، کام کی کیفیت، جلد بندی اور آغاز تفسیر شامل ہے۔

مفسرِ تفسیر مظہری

مفسر تفسیر مظہری کے تفصیلی حالاتِ زندگی اول صفحات میں ذکر ہو چکے ہیں اس لئے یہاں اختصار کے ساتھ منہج کے اعتبار سے پیش خدمت ہے۔
قرآن قاضی ثناء اللہ عثمانی مجددی پانی پتی شیخ جلال الدین کبیر اولیاء چشتی رحمہ اللہ کی اولاد میں سے تھے، آپ کا سلسلہ نسب امیر المؤمنین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جاملتا ہے۔ آپ کی ولادت باسعادت ۱۱۴۳ھ / ۱۷۳۱ء یا ۱۷۳۲ء کو پانی پت (مشرقی پنجاب) میں ہوئی۔ آپ جلیل القدر مفسر ہونے کے ساتھ ساتھ عظیم محدث، فقیہہ، محقق اور منصف کتب کثیرہ تھے۔ آپ جامع علوم عقلیہ و نقلیہ اور فقہ و اصول میں مرتبہ اجتہاد پر فائز تھے۔ سراج الہند علامہ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ آپ کو "بیہقی وقت" کے لقب سے یاد کیا کرتے تھے۔[31]

تفسیر مظہری کی وجہ تسمیہ

قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے اپنی تفسیر کا نام اپنے استاذ مرزا مظہر جان جاناں کے نام پر رکھا۔ تفسیر مظہری کے بارے میں قاضی صاحب خود فرماتے ہیں:
"فقیر اکثر وقت تفسیر اور حدیث کی خدمت میں گزارتا ہے، اور حضرت مظہر کے نام پر تفسیر مظہری لکھ رہا ہے۔" تفسیر قرآن حکیم لکھنے کے لیے علم حدیث و روایت علم حدیث کی بہت اہمیت ہے۔[32]

---

[29] ڈاکٹر شگفتہ جبین، نعمۃ الباری کا منہج واسلوب، ص58

[30] ڈاکٹر شگفتہ جبین، نعمۃ الباری کا منہج واسلوب، ص58

[31] محمد عارف، ڈاکٹر، سوانح قاضی ثناء اللہ پانی پتی، ص309

[32] جہلمی، فقیر محمد، علامہ، حدائق الحنفیہ، مکتبہ ربیعہ، سلام پورہ بنوری ٹاؤن، کراچی، 2013ء۔ ص:482

تفسیر کا خارجی منہج

آپ نے قرآن شریف کی عربی زبان میں سات جلدوں پر مشتمل تفسیر، تفسیر مظہری لکھی۔[33]

کثیر کتب تفسیر سے استفادہ

قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے اپنی تفسیر ِ مظہری لکھنے کے لیے سینکڑوں مختلف تفسیر وحدیث کی کتب سے مدد لی۔

آغاز تفسیر

قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے اس تفسیر کا آغاز ۱۱۹۵ھ میں کیا۔

تکمیل تفسیر

قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے اس تفسیر کی تکمیل ۱۲۰۸ھ میں کی۔[34]

مدتِ تکمیل

مذکورہ بالا عرصہ کے مطابق قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی یہ تفسیر (۱۱۹۵ھ تا ۱۲۰۸ھ) ۱۴ سال میں مکمل ہوئی۔

اندازِ تحریر

قاضی ثناء اللہ کا اندازِ تحریر نہایت ہی محنت طلب تھا کیونکہ آپ نے تفسیرِ مظہری لکھنے کے دوران قدیم تفاسیر سے استفادہ کیا ہے اور قدیم تفاسیر جو کہ مکمل طور پر عربی زبان میں ہیں پھر ان سب تفاسیر کا اسلوبِ تفسیر ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ آپ نے قدیم زمانہ کی مشہور ترین تفاسیر سے استفادہ کیا۔ اپنی تفسیر کے مآخذ ومصادر کے بارے میں قاضی ثناء اللہ یوں فرماتے ہیں:

> "اس تفسیر میں زیادہ تر احکام القرآن، الجامع الاحکام القرآن، البحر المحیط، تفسیر کبیر، الدرّ المنثور اور روح المعانی سے استفادہ کیا ہے۔"[35]

قاضی ثناء اللہ نے اپنی اس تفسیر میں ایسے مسائل کا مدلل اور مستند کتبِ احادیث اور کتبِ فقہ کی روشنی میں حل پیش کیا ہے جس کی موجودہ دور میں بہت ضرورت تھی، جن مسائل میں ایسا بھی ہوتا تھا کہ ایک ہی مسلک میں اختلاف پایا جاتا تھا آپ نے اس اختلاف کو ختم کر کے ان مسائل کا حل اس تفسیر میں پیش کیا بالخصوص وہ مسائل جو عقائد اور فقہ سے متعلق تھے۔

تفسیر مظہری کا داخلی منہج

تفسیر مظہری کے داخلی منہج سے مراد تفسیر کے اندر جو منہج اختیار کیا گیا ہے جیسا کہ شانِ نزول، تفسیر کے اندر مختلف مسائل کی وضاحت، فقہاء کی آراء قائم کرنا، مستند دلائل ذکر کرتے ہوئے اپنی رائے قائم کرنا اور دلائل سے ثابت کرنا وغیرہ وغیرہ۔

شانِ نزول

قاضی ثناء اللہ نے تفسیر مظہری میں علماءِ مفسرین سے منفرد طریقہ اپنایا ہے۔ قرآن کی سورتوں کی وضاحت تو تمام مفسرین نے کی ہے مگر آپ نے شانِ نزول سے متعلق تمام ابحاث کو اس میں سمیٹ دیا ہے اور قرآنی آیات کے شانِ نزول سے متعلق جتنی بھی روایات ہیں تمام کو یکجا کر دیا ہے اور اس پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ تمام آیات کی تفسیر سے قبل ان کے اسبابِ نزول بیان کیے ہیں۔ مولانا زبیر احمد قاسمی قاضی صاحب کے الفاظ نقل کرتے

---

[33] سبکی، تقی الدین سبقی، السیف المسلول، فاروقی کتب خانہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان، 2019ء۔ ص 32

[34] رحمن علی، تذکرہ علمائے ہند، ص 145

[35] پانی پتی، ثناء اللہ، قاضی، مقدمہ تفسیر مظہری، 1/119

ہوئے لکھتے ہیں:" مَیں نے زیادہ تر احکام القرآن، الجامع لاحکام القرآن، البحر المحیط، تفسیر کبیر، الدرّ المنثور اور روح المعانی سے استفادہ کیا ہے۔ اسباب نزول کے بیان میں شانِ نزول پر زیادہ زور دیا ہے۔"[36] کثیر ترین تعداد ہے ان تفاسیر کی جن سے علامہ صاحب نے استفادہ کیا اور آخر میں بتاتے ہیں کہ شانِ نزول کے حوالے سے کہ میں نے آیاتِ قرانی کے شانِ نزول / اسبابِ نزول کے معاملے میں زیادہ تر جامع البیان سے استفادہ کیا ہے۔

ترجیح قائم کرنا

قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے جب بھی کسی مسئلہ پر تحقیق کی ہے تو اس کا دوسرا مرحلہ یہ ہوتا ہے کہ وہ راجح مذہب کی ترجیح قائم کرتے ہیں کہ دلائل کے ساتھ کلام کرتے ہوئے کس مسلک کے دلائل مضبوط ہیں۔ اس صورت میں آپ ترجیح قائم کرتے ہیں کہ کس مسلک کے یا کس فقہی مذہب کے اقوال راجح ہیں اس کے ساتھ اس کے راجح ہونے کے دلائل اور وجوہات بھی نقل کرتے ہیں۔

اپنی رائے دینا

قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے جب بھی کسی مسئلہ پر یا پھر کسی بھی آیت یا موضوع پر تحقیق کی اور مختلف آراء نقل کیں تو اس کے ساتھ ساتھ اپنی رائے بھی دی لیکن یہ کام آپ سب سے آخر میں کرتے ہیں کہ سب سے اول میں آپ اپنے منہج کے مطابق احادیث، آثار، فقہی آراء مختلف مسالک کے آئمہ کی آراء اس کے بعد اپنی رائے بھی دیتے ہیں۔ جیسا کہ آپ نے لکھا بھی ہے کہ کسی اجتہادی مسئلہ میں اختلاف ہو سکتا ہے۔ ڈاکٹر شفقت مبارک لکھتے ہیں:

> "نئے اور تازہ مسائل میں غور و فکر اور اجتہاد کی کافی حد تک گنجائش ہے اور ظاہر ہے کہ اس میں علماء کی آراء مختلف ہوتی ہیں اور جو بھی عالم کسی مسئلہ میں اجتہاد کرتا ہے وہ پوری خدا خوفی کے ساتھ کام کرتا ہے۔ لیکن کسی پر کیچڑ اچھالنا اور طعن اور تشنیع کرنا مناسب نہیں ہے۔"[37]

چونکہ تازہ اور جدید مسائل میں اجتہاد کی گنجائش ہوتی ہے اس لئے آپ بھی ہر مسئلہ کو سامنے رکھ کر اور اس پر دیگر آراء کو سامنے رکھ کر اپنی رائے بھی دیتے ہیں اور اپنی رائے پر بھی دلائل قائم کرتے ہیں۔

مسائل فقہیہ

عربی زبان میں ایسی متعدد تفسیریں لکھی جا چکی ہیں، جن میں فقہی رنگ بہت نمایاں ہے، جصاص کی "احکام القرآن" اور امام قرطبی کی "الجامع لاحکام القرآن" اس سلسلے کی بہت مشہور کتابیں ہیں۔ اوّل الذکر تفسیر میں تو خاص طور پر ان ہی آیات کی تفسیر کی گئی ہے جن سے فقہی مسائل و احکام مستنبط ہوتے ہیں۔

تفسیر مظہری میں فقہی احکام جس کثرت سے ذکر کیے گئے ہیں کہ اگر ان سب کو بھی فقہی ترتیب پر جمع کر دیا جائے تو واقعہ یہ ہے کہ احکام القرآن کے موضوع پر ایک نہایت وقیع اور قیمتی کتاب تیار ہو جائے گی۔ قاضی صاحب نے اس تفسیر میں نہ صرف یہ کہ فقہی مسائل کثرت سے ذکر کیے ہیں؛ بلکہ انھوں نے ائمہ فقہاء کے نقطہ ہائے نظر اور ان کے دلائل کو بھی ذکر کیا ہے، ان کے استدلال کی کمزوریوں پر بھی روشنی ڈالی ہے اور مسلکِ راجح کی ترجیحی وجوہات پر بھی سیر حاصل بحث کی ہے۔ نمونہ کے لیے یہاں چند مثالیں قلم بند کی جاتی ہیں:

1-غلام کے لیے اپنے آقا سے طلب کتابت کن شرائط کے ساتھ جائز ہے، اس سلسلے میں علماء کے اقوال مختلف ہیں۔ بعض علماء اس کے لیے عقل اور بلوغ کی شرط لگاتے ہیں، ان کا استدلال اس آیت سے ہے:

---

[36] قاسمی، زبیر احمد، تفسیر مظہری کا تجزیاتی مطالعہ، ص:22

[37] شفقت مبارک، ڈاکٹر، تفسیر مظہری کے تفسیری منہج کا عصرِ حاضر کے رجحانات میں جائزہ، ص76

وَ لْیَسْتَعْفِفِ الَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى یُغْنِیَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖؕ-وَ الَّذِیْنَ یَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِیْهِمْ خَیْرًا وَّ اٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِیْۤ اٰتٰىكُمْؕ-وَ لَا تُكْرِهُوْا فَتَیٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَاؕ-وَ مَنْ یُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ [38]

’’اور جو لوگ نکاح کرنے کی طاقت نہیں پاتے انہیں چاہیے کہ پاکدامنی اختیار کریں یہاں تک کہ اللہ انہیں اپنے فضل سے غنی کر دے اور تمہارے غلام اور لونڈیوں میں سے جو مال کما کر دینے کی شرط پر آزادی کے طلبگار ہوں تو تم انہیں (یہ معاہدہ) لکھ دو اگر تم ان میں کچھ بھلائی جانو اور تم ان کی اللہ کے اس مال سے مدد کرو جو اس نے تمہیں دیا ہے اور تم دنیوی زندگی کا مال طلب کرنے کیلئے اپنی کنیزوں کو بدکاری پر مجبور نہ کرو (خصوصاً) اگر وہ خود (بھی) بچنا چاہتی ہوں اور جو انہیں مجبور کرے گا تو بیشک اللہ ان کے مجبور کئے جانے کے بعد بہت بخشنے والا، مہربان ہے۔‘‘

قاضی صاحب اس استدلال پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں: وہ فرماتے ہیں خیرًا سے مراد یہاں عقل اور بلوغ ہے۔

طلبِ کتابت جس کا ذکر اس آیت کے شروع میں ہے، اسی وقت ممکن ہے؛ جب کہ غلام میں اس کی اہلیت یعنی عقل و دانائی ہو، اگر غلام غیر عاقل ہو تو اس کی طرف سے طلبِ کتابت سرے سے غیر معتبر ہوگی؛ لہٰذا جب یبتغون الکتاب کے ضمن میں اس شرط کا ذکر پہلے آچکا تو خیرًا سے بھی عقل و دانائی ہی مراد لینا تکرار اور اعادہ کے سوا کچھ نہیں ہے۔ بلوغ کی شرط کا جہاں تک ذکر ہے تو وہ اس لیے ضروری نہیں کہ نابالغ سمجھدار غلام سے بھی طلبِ کتابت کا تحقق ہو سکتا ہے۔[39]

فقہی استنباط

قاضی صاحب کے فقہی استنباطات نہایت لطیف ہیں جو ان کی فقہی بالغ نظری اور بصیرت کے غماز ہیں۔ سورۂ معارج کی آیت:

اِلَّا عَلٰۤى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَیْرُ مَلُوْمِیْنَ[40]

’’مگر اپنی بیبیوں یا اپنے ہاتھ کے مال کنیزوں سے کہ ان پر کچھ ملامت نہیں۔‘‘

قاضی ثناء اللہ اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: عورت کا اپنے مملوک غلام سے تعلق جسمانی قائم کرنا جائز نہیں ہے؛ کیونکہ لفظ علی بتا رہا ہے کہ مالک مملوک کے مقابلے میں برتر اور اعلیٰ ہے، لہٰذا اگر عورت اپنے غلام سے جسمانی تعلقات قائم کرے گی تو یہ فرق ختم ہو جائے گا؛ کیوں کہ فاعل اعلیٰ ہوتا ہے۔[41]

2- بالائے قدم (پازیب وغیرہ کی جگہ) ستر میں شامل ہے اور قاضی صاحب اس کے شامل ستر ہونے کو قرآن کی اس آیت سے ثابت کرتے ہیں:

وَ لَا یَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِیُعْلَمَ مَا یُخْفِیْنَ مِنْ زِیْنَتِهِنَّؕ-وَ تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ جَمِیْعًا اَیُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ[42]

---

[38] النور 33:24

[39] پانی پتی، قاضی ثناء اللہ، تفسیر مظہری، زیر تحت الآیۃ، النور 33:24

[40] المعارج 30:70

[41] پانی پتی، قاضی ثناء اللہ، تفسیر مظہری، زیر تحت الآیۃ، المعارج 30:70

[42] النور 31:24

"اور زمین پر اپنے پاؤں اس لئے زور سے نہ ماریں کہ ان کی اس زینت کا پتہ چل جائے جو انہوں نے چھپائی ہوئی ہے اور اے مسلمانو! تم سب اللہ کی طرف توبہ کرو اس امید پر کہ تم فلاح پاؤ۔"

یہاں قاضی ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں: پازیب وغیرہ مخفی زینتیں ہیں، ان کا چھپانا جب اس آیت کی رو سے واجب اور ضروری ہے تو محل پازیب کا چھپانا تو بدرجۂ اولیٰ ضروری ہو گا۔[43]

استئذان کی جملہ صورتوں میں سے ایک صورت یہ بھی ہے کہ کسی کے گھر کے باہر خاموشی سے اس کے اندر سے نکلنے کا انتظار کیا جائے، نہ داخلہ کی اجازت طلب کی جائے اور نہ اس کو آواز دی جائے۔

آثارِ صحابہ و تابعین

قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے اپنی تفسیر میں احادیث کے ساتھ ساتھ آثارِ صحابہ کو بھی اس تفسیر کا خاص حصہ بنایا ہے۔ مفسرین نے بے شمار تفاسیر لکھی ہیں اور ان تفاسیر میں احادیث بھی نقل کی ہیں اور آثارِ صحابہ کو بھی نقل کیا ہے مگر کہیں کہیں نقل کیا ہے جبکہ قاضی ثناء اللہ کی تفسیر کے منہج کو دیکھیں تو انہوں نے ہر ایک وضاحت میں صحابہ کے اقوال اور ان کے دلائل کو مکمل طور پر نقل کیا ہے۔

تفسیر مظہری کا اسلوب

ہر ایک کتاب لکھنے والے کا ایک اسلوب ہوتا ہے جو کہ اس کی پہچان ہوتی ہے اور اسی سے وہ مصنف پہچانا جاتا ہے اور اسی کا نام اسلوب ہے جس طریقہ کار کی مصنف تصنیف کے شروع سے لیکر آخر تک پابندی کرتا ہے اور اس کے مطابق چلتا ہے ہے۔ اس کے مختلف معانی ہیں لغوی اعتبار سے اور اصطلاحی اعتبار سے بھی۔ صبحی ابراہیم صالح اسلوب کی تعریف میں لکھتے ہیں:

"أسلوب أدائها, أو طريق استعمالها أو لغة أسلوب خاص في تأليف الألفاظ والتراكيب."[44]

"اسلوب اداء کا نام ہے یا پھر طریقہ استعمال کا نام ہے یا پھر لغت میں اسلوب اس خاصیت کو کہتے جو کسی مصنف میں اس کی تالیف کے دوران اس کے الفاظ اور اس کی ترکیب میں پائی جاتی ہے۔"

دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ:

"أُسْلوبٌ. وكلُّ طريقٍ ممتدٍّ، فَهُوَ أُسلوبٌ. قَالَ: والأُسْلوبُ الطَّرِيقُ، والوجهُ، والمَذْهَبُ؛ يُقَالُ: أَنتم فِي أُسْلُوبِ سُوءٍ، ويُجمَعُ أَساليبَ."[45]

"اسلوب کسی طریقہ کار کا نام ہے اور اسے اسلوب کہتے ہیں اور اسلوب راستے کو بھی کہتے جیسا کہ کہا جاتا ہے اسلوب کا راستہ اور کہا جاتا ہے کہ تم میں غلط طریقہ موجود ہے اور اس کی جمع اسالیب ہے۔"

اسلوب بھی منہج کا ہم معنی لفظ ہے اس کا معنیٰ بھی طریقہ، راستہ اور اصول مراد لیا گیا ہے۔

اسلوب کی اصطلاحی تعریف

محمد سلیم نعیمی اسلوب کی اصطلاحی تعریف میں لکھتے ہیں:

"المنهج والمسلك (راجع لين) ومجازا: أسلوب الكتابة والارتجال في الشعر والنثر."[46]

---

[43] پانی پتی، قاضی ثناء اللہ، تفسیر مظہری، زیر تحت الآیۃ، النور 31:24

[44] صبحي إبراهيم الصالح، فقه اللغة، دار العلم للملايين، ص 203

[45] ابن منظور، لسان العرب 1/ 473

[46] محمَّد سَليم النعَيمي، تكملة المعاجم العربية، وزارة الثقافة والإعلام الجمهورية العراقية، ص 91

"اسلوب مسلک یا منہج کو کہا جاتا ہے اور مجازاًیہ شعر اور نثر میں کتابت کے اصول کو کہا جاتا ہے۔"

علماءِ قاہرہ لکھتے ہیں:

"(الأسلوب) الطَّرِيق وَيُقَال سلكت أسلوب فلَان فِي كَذَا طَرِيقَته ومذهبه وَطَرِيقَة الْكَاتِب فِي كِتَابَته و الفن"۔[47]

"اسلوب طریقہ کو کہتے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ اس نے فلاں طریقہ اپنایا یا مذہب اپنایا یا پھر کسی فن یا کتابت میں جو طریقہ اپنایا۔"

سید عابد علی عابد اسلوب کی تعریف میں لکھتے ہیں:

"اسلوب سے مراد کسی لکھنے والے کی وہ طرزِ نگارش ہے جس کی بنا پر وہ دوسرے لکھنے والوں سے متمیز ہو جاتا ہے اس انفرادیت میں بہت سے عناصر شامل ہوتے ہیں۔"[48]

لکھنے والے مصنف یا لکھاری کے ایسے طریقے کار کو اسلوب کہتے ہیں جس کی وجہ سے وہ مشہور ہو جاتا ہے یا اس طرزِ تحریر میں کوئی انفرادیت پائی جاتی ہے جس کی وجہ سے وہ تحریر منفرد ہو جاتی ہے اور ویسی ترتیب و تحریر یا پھر ترتیب اس سے پہلے اور کسی کا نہیں ہوتی اسے اسلوب کہتے ہیں۔

عام فہم اسلوب

تفسیر مظہری جس زبان میں لکھی گئی وہ عربی زبان ہے اور عربی زبان میں بہت سی تفاسیر لکھی گئی ان میں سے اکثر و بیشتر ایسی تفاسیر ہیں کہ ان میں لفاظی ہی اتنی مشکل ہے کہ عام آدمی کہیں کہیں سمجھنے سے قاصر رہتا ہے قاضی ثناء اللہ کی تفسیر مظہری کے مقدمہ میں مترجم لکھتے ہیں:

"قرآن کے تراجم کا حال یہ ہے کہ ہمارے بزرگ علماء نے اپنے اپنے زمانہ میں اس دور کی زبان کے مطابق قرآن مجید کے مفاہیم کو اردو زبان میں منتقل کیا اور ان کی یہ مساعی بہت قابل قدر بلکہ لائق رشک ہے۔ لیکن زبان کا اسلوب اور مزاج وقت کے ساتھ ساتھ بدلتا رہتا ہے اس وجہ سے میں محسوس کرتا تھا کہ اس دور کے اردو پڑھنے والوں کے مزاج اور ان کے اسلوب کے مطابق قرآن مجید کا ترجمہ کرنا چاہیے تاکہ پڑھنے والوں کیلئے وہ ترجمہ اجنبی اور نامانوس نہ ہو۔"[49]

مانا کہ علماءِ حق نے اپنے اپنے زمانہ کے مطابق اردو میں تراجم کیے لیکن اس وقت اردو زبان مشکل اختیار کی گئی ہے چنانچہ مترجم کیلئے فرماتے ہیں کہ اس بات کہ خیال نہیں رکھا گیا کہ اس زمانے میں عام لوگ جو کم پڑھے لکھے لوگ ہیں ان کیلیے اس بات کو سمجھنا مشکل ہے کیونکہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور یہ نبی مکرم ﷺ پر نازل ہوا تو آپ تمام جہانوں کیلیے نبی ہیں تو یہ کتاب بھی تمام جہانوں کیلیے ہے تو اس کا سمجھنا اور سمجھانا بھی تمام جہانوں تک کیلیے ہے تو اس دنیا کے کونے کونے میں بسنے والے تمام افراد زیادہ علم والے اور کم علم والے سب کو سمجھنا ہے اور سمجھانا ہے۔ تو پھر ضروری ہے کہ جس خطے کیلیے یہ لکھی جارہی ہے کم از کم وہ تو اسے سمجھیں۔ تو ضروری ہے کہ اس خطے کو سمجھانے کیلیے اس کیلیے گرائمر عام فہم استعمال کی جائے تو یہ خصوصیت تفسیر مظہری کے ترجمہ اردو میں موجود ہے۔

معروضی اسلوب

قاضی ثناء اللہ نے اپنی تفسیر میں معروضی طرز کا اسلوب اپنایا ہے اور پوری تفسیر میں اور ہر تحقیقی مسئلے میں آپ نے معروضی طرزِ اسلوب کو ہی اختیار کیا ہے۔ قاضی ثناء اللہ تفسیر میں جگہ جگہ اور ہر ایک مسئلے کی تحقیق میں اور اس کے نتائج میں معروضی طرز کی واضح جھلک موجود ہے کہ آپ نے ہر

[47] المعجم الوسیط، مجمع اللغۃ العربیۃ بالقاھرۃ، دار الدعوۃ، ص 441

[48] سید عابد علی عابد، اسلوب، سنگِ میل پبلی کیشن لاہور، ص 42

[49] پانی پتی، قاضی ثناء اللہ، مقدمہ تفسیر مظہری، 1/ 43

ایک مقام پر حق کو قبول کیا ہے۔ آپ کے معروضی طرزِ اسلوب پر آپ ہی کا یہ قول گواہ ہے کہ آپ حق کی ساتھ دینے والے، حق تلاش کرنے والے اور حق ہی کو وضح کرنے والے ہیں کہ آپ خود فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی اول تحقیق اور رائے کو ختم کر کے حق کو قبول کیا ہے۔

استدلالی اسلوب

قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے استدلالی اسلوب اپنایا ہے۔ آپ کسی بھی مسئلہ کا رد مضبوط دلائل سے کرتے ہیں پھر اپنا مؤقف پیش کرتے ہیں اور اپنے مؤقف میں مضبوط دلائل پیش کرتے ہیں جن میں سب سے پہلے آیاتِ قرانی، پھر احادیثِ نبویہ، آثارِ صحابہ، اور آخر میں اقوالِ تابعین کے ساتھ عقلی دلائل بھی دیتے ہیں۔ جیسا کہ واقعہ معراج سے متعلق آپ کا مؤقف اور اسکے دلائل پر آپ نے جامع بحث کی جسکے بارے میں ڈاکٹر شفقت علی لکھتے ہیں:

> "واقعہ معراج کے متعلق جو روایات خواب میں معراج ہونے کے متعلق ہیں ان روایات کے جوابات انتہائی احسن انداز میں دیئے ہیں اور دوسرا سوال کہ اللہ تعالیٰ کا حضور نبی کریم (ﷺ) کو اپنا عبد فرمانے کی کیا وجہ ہے۔ جبکہ تیسرا سوال رسول اللہ (ﷺ) کو براہ راست آسمانوں کی طرف کیوں نہیں لے جایا گیا اور درمیان میں مسجد اقصیٰ کیوں لے جایا گیا۔ اس کا جواب مختلف آئمہ کی آراء سے دیا ہے اور اس کی حکمتیں بیان کی ہیں- مزید واقعہ معراج کی حقانیت کو تاریخی حوالے سے دیکھا جائے تو حضرت دحیہ بن خلیفہ کا قیصر سے مکالمہ اور اس کے واقعاتی شواہد پیش کئے ہیں- اسی طرح سائنسی تناظر میں اٹھائے جانے والے سوالات، یعنی رات کے قلیل وقفہ میں معراج ہونے پر سوال جنم لیتا ہے کہ ایک لمحہ میں اتنی طویل اور عظیم سیر کیسے واقع ہو گئی ،اس پر بڑی پُر مغز گفتگو کی ہے۔"[50]

قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے جس موضوع پر بھی اپنا مؤقف اپنایا اور اس پر جو استدلال کیا اور استدلالی اسلوب اپنایا اس مثال کی آپ کی تفسیر مظہری میں واضح طور پر ملتی ہے۔

ناصحانہ اسلوب

قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے اپنی اس تفسیر میں اکثر مفسرین سے ہٹ کر ناصحانہ انداز اپنایا ہے۔ آپ نے اس تفسیر میں یہ الفاظ "اکثر مفسرین" اس لئے استعمال کیا ہے کہ آپ نے اپنی پوری تفسیر میں کسی کیلیے سخت ترین الفاظ کا استعمال نہیں کیا ہے بلکہ آپ نے سب کو مخاطب ہو کر ناصحانہ انداز میں نصحیت کی ہے اور سمجھایا ہے۔ جبکہ اکثر لوگ جو قرآن کی تفسیر کرتے ہیں وہ جہاں پر بت پرستی کا ذکر آتا ہے وہاں پر مسلمانوں کو مؤردِ الزام ٹھہرا کر ان پر کفر و شرک کے فتوے لگاتے نظر آتے ہیں اور یوں وہ مسلم پلیٹ فارم پر تفرقہ کو ہوا دیتے ہیں۔ وہی اگر ناصحانہ انداز میں سمجھائیں تو ممکن ہے کسی کو بات سمجھ آئے اور کوئی اس پر غور و فکر کرے۔ جبکہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے اپنی اس تفسیر میں ناصحانہ اسلوب کو مدِ نظر رکھا ہے۔[51]

تحقیقی اسلوب

قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے اپنی تفسیر میں ہر مقام پر تحقیقی اسلوب اپنایا کہ اگر اسے تحقیقی تفسیر کہا جائے تو بھی غلط نہ ہو گا کیونکہ اس تفسیر میں آپ نے جو تحقیق کے رنگ بکھیر دیئے ہیں وہ اک قاری کو اس تفسیر کا مطالعہ کرنے سے ہی پتہ چل جاتا ہے۔ ایک مثال پیشِ خدمت ہے کہ کہ آپ نے سورۃ الزلزال میں زلزلہ پر جامع تحقیق کی ہے۔ ڈاکٹر عارف علی آپ کی اس تحقیق کے بارے میں لکھتے ہیں:

---

[50] شفقت مبارک، ڈاکٹر، تفسیر مظہری کے تفسیری منہج کا عصر حاضر کے رجحانات میں جائزہ، ص 102

[51] ایضاً

> ” قاضی ثناءاللہ پانی پتی لکھتے ہیں کہ زمین کے اندر تہوں میں چٹانوں کے درمیان عرصہ سے جاری حرکت کے باعث پیدا ہونے والی توانائی کے اخراج سے سطح زمین پر ہونے والی ہلچل کا نام زلزلہ ہے- زلزلہ کہاں کہاں آسکتا ہے مذکورہ سوال پر بڑی تفصیلی گفتگو کی ہے “[52]

آج ہمارے عوام کے ہاں مشہور ہے کہ زمین کو بیل نے اپنے سینگوں پر اٹھار کھاہے اور بیل کا زمین کو ایک سینگ کے دوسرے سینگ کے بدلنے سے زلزلہ آجاتا ہے جبکہ یہ صرف مفروضہ ہے حقیقت میں ایسا کچھ نہیں ہے۔ قاضی ثناءاللہ پانی پتی کی اس تفسیر میں بے شمار موضوعات پر تحقیقی کام ہو چکا ہے، یہ تحقیقی کام کا اس بات کا ایک منہ بولتا ثبوت ہے آپ کی تفسیر ایک جامع اور مستند تفسیر ہے جس پر پی ایچ ڈی، ایم فل، ایم اے اور تخصصات کے کثیر مقالہ جات، کالج سطح پر، یونیورسٹی کی سطح پر اور ہر تحقیقی سطح پر بہت ہی کم عرصہ میں تحریر ہو چکے ہیں۔

خلاصہ تحقیق

قرآن کریم عربی زبان میں نازل ہوا اور اہل عرب کی زبان بھی عربی تھی۔ اہل عرب کو اپنی زبان، فصاحت وبلاغت اور زور بیان پر ناز تھا۔ قرآن مجید انہی کی زبان میں اترا اور انہی کے اسلوب اور طرز ادا کو اس نے اختیار کیا اہل زبان نے جب اس کو سنا تو وہ رہ نہ سکے اس کی عظمت کا اعتراف کیے بغیر کیو نکہ قرآن بے شک انسان کی فلاح وبہبود کے لیے اتارا کیا اور ایک جامع قانون ہدایت کی صورت پہ مکمل ضابطہ حیات ہے۔ علم تفسیر کی تاریخ عہد نبوی ﷺ سے ہے۔ نبی کریم ﷺ پر قرآن نازل ہوا، اللہ نے آپ کو اپنے خاص علم وفضل سے بہرہ ور کیا تھا اسی لیے آپ ﷺ کے دور میں کسی قسم کی علوم القرآن، تفسیر کی کتاب کی تصنیف کی ضرورت نہ تھی۔

قاضی ثناءاللہ پانی پتی کی علمی و تصنیفی خدمات میں مایہ ناز تفسیر، تفسیر مظہری ہے۔ آپ نے اپنی تفسیر کا نام اپنے استاذ مرزا مظہر جان جاناں کے نام پر رکھا۔ تفسیر مظہری کے بارے میں قاضی صاحب خود فرماتے ہیں: "فقیر اکثر وقت تفسیر اور حدیث کی خدمت میں گزار تا ہے، اور حضرت مظہر کے نام پر تفسیر مظہری لکھ رہا ہے۔" تفسیر قرآن حکیم لکھنے کے لیے علم حدیث وروایت علم حدیث کی بہت اہمیت ہے۔ آپ نے اپنی تفسیر لکھنے کے لیے ۱۰۸ کتب حدیث کی مدد لی۔ آپ نے اس تفسیر کا آغاز ۱۱۹۵ھ میں کیا، تکمیل ۱۲۰۸ھ میں کی اس عرصہ کے مطابق یہ تفسیر (۱۱۹۵ھ تا ۱۲۰۸ھ) ۱۴ سال میں مکمل ہوئی۔ آپ کا اندازِ تحریر نہایت ہی محنت طلب تھا کیونکہ آپ نے تفسیر مظہری لکھنے کے دوران قدیم تفاسیر سے استفادہ کیا ہے اور قدیم تفاسیر جو کہ مکمل طور پر عربی زبان میں ہیں۔ تفسیر مظہری جس زبان میں لکھی گئی وہ بھی عربی زبان ہے مصادر میں اکثر وبیشتر ایسی تفاسیر ہیں کہ ان میں لفاظی ہی انتی مشکل اختیار کی گئی ہے کہ عام آدمی کہیں کہیں اسے سمجھنے سے قاصر رہتا ہے قاضی ثناءاللہ نے اپنی تفسیر میں معروضی طرز کا اسلوب اپنایا ہے پوری تفسیر میں اور ہر تحقیقی مسئلے میں آپ نے معروضی طرزِ اسلوب کو ہی اختیار کیا ہے۔ قاضی ثناءاللہ پانی پتی نے استدلالی اسلوب اپنایا ہے۔ آپ کسی بھی مسئلہ کو رد مضبوط دلائل سے کرتے ہیں اور پھر اپنا موٴقف پیش کرتے ہیں۔ آپ نے اپنی میں ناصحانہ انداز اپنایا ہے اور تحقیقی اسلوب اپنایا کہ اور اگر اسے تحقیقی تفسیر کہا جائے تو بھی غلط نہ ہو گا کیونکہ اس تفسیر میں آپ نے جو تحقیق کے رنگ بکھیر دیئے ہیں وہ بھی شاندار اور جاندار ہیں۔

نتائج وفوائد

اس تحقیقی مقالہ کے فوائد ونتائج حسبِ ذیل ہیں:

1. قرآن بے شک انسان کی فلاح وبہبود کے لیے اتارا کیا اور ایک جامع قانون ہدایت کی صورت میں مکمل ضابطہ حیات ہے۔
2. علم تفسیر کی تاریخ عہد نبوی ﷺ سے وہے۔

[52] محمد عارف، ڈاکٹر، سوانح قاضی ثناءاللہ پانی پتی، ص 114

3. نبی کریم ﷺ پر قرآن نازل ہوا، اللہ نے آپ کو اپنے خاص علم و فضل سے بہرہ ور تھا اسی لیے آپ ﷺ کے دور میں کسی قسم کی علوم القرآن یا تفسیر کی کتاب کی تصنیف کی ضرورت نہ تھی۔
4. قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی علمی و تصنیفی خدمات میں مایہ ناز تفسیر، تفسیرِ مظہری ہے۔
5. قاضی ثناء اللہ نے اپنی تفسیر کا نام اپنے استاذ مرزا مظہر جان جاناں کے نام پر رکھا۔
6. قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے اپنی تفسیر ِ مظہری لکھنے کے لیے ۱۰۸ کتب حدیث کی مدد لی۔
7. قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے اس تفسیر کا آغاز ۱۱۹۵ھ میں کیا۔
8. قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے اس تفسیر کی تکمیل ۱۲۰۸ھ میں کی۔
9. قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی یہ تفسیر (۱۱۹۵ھ تا ۱۲۰۸ھ) ۱۴ سال میں مکمل ہوئی۔
10. قاضی ثناء اللہ کا اندازِ تحریر نہایت ہی محنت طلب تھا کیونکہ آپ نے تفسیرِ مظہری لکھنے کے دوران قدیم تفاسیر سے استفادہ کیا ہے۔
11. قاضی ثناء اللہ نے اپنی تفسیر میں معروضی طرز کا اسلوب اپنایا ہے۔
12. تفسیر مظہری کے ہر تحقیقی مسئلے میں آپ نے معروضی طرزِ اسلوب کو ہی اختیار کیا ہے۔
13. قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے استدلالی اسلوب بھی اپنایا ہے۔
14. تفسیر مظہری میں ہر اختلافی مسئلہ کا رد مضبوط دلائل سے کرتے ہیں پھر اپنا مؤقف پیش کرتے ہیں۔
15. قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے اپنی تفسیر میں اکثر مفسرین سے ہٹ کر ناصحانہ انداز اپنایا ہے۔
16. قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے اپنی تفسیر میں ہر مقام پر ایسا تحقیقی اسلوب اپنایا کہ اگر اسے تحقیقی تفسیر کہا جائے تو بھی غلط نہ ہو گا۔

تجاویز و سفارشات

اس موضوع سے متعلق تجاویز و سفارشات حسب ذیل ہیں:

1. اس موضوع میں وسعت پیدا کرنے کے لئے "قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی خدمات تفسیر کا معاصر تفاسیر کے ساتھ تقابلی مطالعہ" کے عنوان پر کام کی ضرورت ہے۔
2. "قاضی ثناء اللہ پانی پتی کے منہج و اسلوب کا دیگر مفسرین سے تقابل" جیسے موضوع پر کام کرنے کی ضرورت ہے جس کے ذریعے علم حدیث میں پہلی صدی ہجری کے محدثین کی خدمات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔
3. "قاضی ثناء اللہ کے تفسیری تفردات" جیسے موضوع پر کام کی ضرورت ہے۔
4. تفسیر بنیادی مصدر ہے اس لئے اس بارے میں صحیح روایات ہی کو شامل کیا جائے۔
5. تعلیمی نصاب کی تشکیل کے وقت اس بات کو مد نظر رکھا جائے کہ علم تفسیر کا تعارف بھی شامل نصاب ہو۔
6. عام فہم تفاسیر کا تعارف پیش کیا جائے تا کہ لوگ استفادہ کریں۔
7. قاضی ثناء اللہ کے تفسیری اصول وضوابط کو بھی شامل نصاب کیا جائے۔
8. عام فہم اور سادہ انداز میں بچوں کو علم تفسیر کی اصطلاحات کا علم دیا جائے۔
9. سکول و کالج اور یونیورسٹی کی سطح پر بچوں کو تفسیر مظہری کے بارے آگاہی دی جائے۔
10. پرائمری سے مڈل تک علم تفسیر کا تعارف کے موضوع کو عام فہم بنا کر سلیبس کا حصہ بنایا جائے۔

11. مڈل سے میٹرک تک علم تفسیر کی اہمیت وضرورت کی اقسام کو شامل نصاب کیا جائے
12. میٹرک سے ماسٹر تک علم تفسیر کے اصول وضوابط کو سلیبس کا حصہ بنایا جائے۔
13. اخبارات میں لکھے جانے والے آرٹیکل، قاضی ثناءاللہ پانی پتی کی تفسیری خدمات پر جزوی طور پر لکھے جائیں تاکہ اک عام قاری جس کی اخبار تک رسائی حاصل ہے اس تک یہ تحقیقی کام پہنچ سکے۔
14. خطیب حضرات کو چاہیے کہ اس علمی اور تحقیقی موضوع، قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی تفسیر مظہری کے تفسیر منہج واسلوب، کو اپنے خطابات میں آسان انداز میں سکھانے کی کوشش کریں تاکہ عوام کو آگاہی حاصل ہو۔
15. آیات کے شانِ نزول جیسے موضوعات پر مقالہ نویسی کے مقابلہ جات کا انعقاد کیا جائے۔
16. مدارس کی سطح پر تقریری تربیت میں تفسیر مظہری کے موضوعات کو شامل کرنے کی از حد ضرورت ہے۔
17. عوامی سطح پر "تفسیر مظہری کی اہمیت وضرورت" جیسے دیگر موضوعات سے متعلقہ شعور وآگاہی کے لئے جدید نشریاتی نظام انٹرنیٹ، یو ٹیوب، ٹی وی اور کیبل کو استعمال میں لایا جائے۔

مصادر ومراجع

القرآن الکریم

ابن منظور، جمال الدين الأنصاري الإفريقي، لسان العرب، دار صادر بيروت، الطبعة الثالثة 1414 ھ

ازدی، ربیع بن حبیب بن عمر بصری. الجامع الصحیح مسند الامام الربیع بن حبیب. بیروت، لبنان: دار الحکمہ، 1415ھ

بخاری، أبو عبد اللہ محمد بن إسماعيل الجعفي، الجامع المسند الصحيح البخاري، دار إحياء التراث العربي، بيروت، الطبعة الثالثة، 1420ھ

بزار، احمد بن عمرو، مسند البزار، مکتبہ العلوم والحکم، مدینہ منورہ، طبع اول، 2009ء

بغوی، ابو محمد حسین بن مسعود بن محمد، شرح السنۃ. بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، 1403ھ

بہرایچی، مولوی سید محمد نعیم اللہ، معمولات مظہریہ، شفیع سجاد آرٹ پریس، لاہور، 1988ء

بیہقی، ابو بکر احمد بن حسین بن علی، السنن الکبری. مکہ مکرمہ، سعودی عرب: مکتبہ دار الباز، 1414ھ

پانی پتی، ثناء اللہ، قاضی، مقدمہ تفسیر مظہری،، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور 1999

جہلمی، فقیر محمد، علامہ، حدائق الحنفیہ، مکتبہ ربیعہ، سلام پورہ بنوری ٹاؤں، کراچی، 2013ء

حسنی، ابن عجیبہ، البحر المدید في تفسير القرآن المجيد، الهيئة المصرية العامة للكتاب سنة الطبع: 1419 ھ

دہلوی، شاہ غلام علی، مقامات مظہری،، مجلس ترقی ادب، لاہور، 1976ء

ڈاکٹر شگفتہ جبین، نعمۃ الباری کا منہج واسلوب، دار لسلام لاہور 2013ء

رحمن علی، تذکرہ علمائے ہند،، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، 1953ء

رشید احمد، جالندھری، علم التفسیر اور مفسرین، المکتبہ علمیہ، لاہور، 1971ء

زرکشی، بدرالدن، محمد بن عبید اللہ، البرہان فی علوم القرآن، البانی الحلی، عصر، 1975ء

سبکی، تقی الدین سبقی، السیف المسلول، فاروقی کتب خانہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان، 2019ء

سليمان بن أحمد بن أيوب الشامي، مسند الشاميين، مؤسسة الرسالة بيروت 1390ھ

سید عابد علی عابد، اسلوب، سنگِ میل پبلی کیشن لاہور، 2019ء

سیوطی، جلال الدین، الاتقان، دار احیاء التراث العربی، بیروت الطبعۃ الثالثۃ 1423ھ

صارم، عبد الصمد، تاریخ التفسیر، ادارہ علمیہ، لاہور، 1966

صبحی ابراہیم الصالح، فقہ اللغۃ، دار العلم للملایین، بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، 1403ھ

صبحی صالح، مباحث علوم القرآن، ادارۃ العلوم الاثریۃ، فیصل آباد، الطبعۃ الثانیۃ، 1401ھ

غلام مصطفیٰ، ڈاکٹر، لواح خانقاہ مظہریہ، حیدر آباد دکن، انڈیا، 2010ء

قاسمی، زبیر احمد، تفسیر مظہری کا تجزیاتی مطالعہ،، علم و عرفان پبلیشرز، لاہور، 2006ء

قشیری، مسلم بن الحجاج، جامع صحیح مسلم، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، الطبعۃ الثانیۃ، 1420ھ

لکھنوی، عبد الحئی، نزھۃ الخواطر،، دار التذکیر، لاہور، 2004ء

محمد اسلم، جیر اجپوری، حافظ، تاریخ القرآن، مطبع فیض عام، علی گڑھ، 1341ء

محمد صدیق خان، اصول اللغۃ، رسالۃ جامعیۃ جامعۃ تکریت 2011ء

محمود عارف، ڈاکٹر، تذکرہ قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی، ادارہ ثقافتِ اسلامیہ 6 کلب روڈ لاہور۔

مسند الامام احمد بن حنبل، دار صادر بیروت، الطبعۃ الثالثۃ 1414ھ

مفتی احمد یار خان نعیمی، مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، نعیمی کتب خانہ گجرات 2001ء

نعیمی، محمد سلیم، تکملۃ المعاجم العربیۃ، وزارۃ الثقافۃ والاعلام الجمھوریۃ العراقیۃ، س،ن۔